ابو عمر کاشف سلفی

امام شافعی رحمہ اللہ اور مسئلہ حسن لغیرہ

بعض لوگوں کی طرف سے امام شافعی کے مرسل تابعی کبیر والے قول سے مروجہ ''حسن لغیرہ'' ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس بات کی اصل حقیقت کیا ہے؟ ان شاءاللہ اس مضمون میں ہم واضح کریں گے۔

امام شافعی کے نزدیک صحیح حدیث کی شرائط:

امام صاحب لکھتے ہیں: ''(۱۰۰۰) ولا تقوم الحجة بخبر الخاصة حتى يجمع أمورا (۱۰۰۱) منها ان يكون من حدث به ثقة في دينه معروفًا بالصدق في حديثه عاقلاً لما يحدث به عالمًا بما يحيل معاني الحديث من اللفظ وأن يكون ممن يؤدي الحديث بحروفه كما سمع لا يحدث به على المعنى لأنه إذا حدث على المعنى وهو غير عالم بما يحيل معناه لم يدر لعله يحيل الحلال إلى الحرام وإذا أداه بحروفه فلم يبقى وجه يخاف فيه احالته الحديث، حافظًا اِذا حدث به من حفظه حافظًا لكتابه اِذا حدث من كتابه اِذا شرک اَهل الحفظ فى الحديث وافق حديثهم بريًا من اَن يكون مدلسا يحدث عن من لقي ما لم يسمع منه ويحدث عن النبي ما يحدث الثقات خلافه عن النبي (۱۰۰۲) ويكون هكذا من فوقه ممن حدثه حتى ينتهي بالحديث موصولاً اِلى النبي اَو اِلى من انتهى به اِليه دونه لأن كل واحد منهم مثبت لمن حدثه ومثبت على من حدث عنه فلا يستغني في كل واحد منهم عما وصفت'' اور اس وقت تک روایت سے حجت نہ پکڑی جائے جب تک درج ذیل امور اس میں موجود نہ ہو:

ان میں سے جو روایت بیان کرے دین میں ثقہ اور سچ بولنے میں معروف ہو حدیث میں، روایت کو سمجھتا ہو جو وہ روایت کر رہا ہے، اس سے باخبر ہو کہ جو وہ روایت کر رہا ہے کہیں اس کے معنی تبدیل نہ کر دے، اس بات کی صلاحیت رکھتا ہو لفظ بہ لفظ جو سنے اسے بیان کر دے، نہ کہ اپنے الفاظ میں اس کے معنی بیان کرے، اگر وہ روایت بالمعنی کرے اور یہ نہ جانتا ہو کہ اس کے معانی بیان کرنے سے روایت میں کیا تبدیلی واقع ہو جائے گی تو وہ نہ جانتے ہوئے حلال کو حرام میں اور اس کا الٹ کر دے گا، تو اگر وہ لفظ بہ لفظ روایت کرتا ہے تو اس بات کا شبہ نہیں رہتا کے اس میں تبدیلی ہو گی، اس نے حدیث کو صحیح حفظ کیا ہو اگر وہ حافظے سے بیان کرے، اور کتاب کی حفاظت کرے اگر وہ کتاب سے روایت کرے۔ اگر دیگر حفاظ شریک ہو روایت میں تو اس کی روایت موافق ہونی چاہیے۔ تدلیس سے بری ہو روایت میں، یعنی جس سے لقاء ثابت ہو اس سے وہ روایت بیان نہ کرے جو نہیں سنی اور نبی (ﷺ) سے ایسی روایت بیان نہ کرے جس سے ثقات کی مخالفت لازم آئے۔ اور یہ تمام صفات تمام رواۃ میں پائی جانی چاہیں حتیٰ کہ وہ اسے متصلا نبی (ﷺ) تک بیان کر دے یا اس سے نیچے (یعنی موقوفا) بیان کرے، تمام رواۃ روایت میں ثقہ ہوں جو یہ سنے اور جن تک یہ سنائے تا کہ کوئی بھی ان صفات سے خالی نہ ہو جو ہم نے بیان کی ہیں۔ (الرسالۃ ص ۳۷۰-۳۷۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک روایت کے حجت ہونے کے لئے درج بالا شرائط کا موجود ہونا ضروری ہے، بدیگر صورت روایت قابل حجت نہیں ہوگی۔

امام شافعی اور مرسل حدیث:

عام طور پر امام شافعی کے نزدیک بھی مرسل ضعیف ہی ہے سوائے سعید بن میسّب کی مراسیل کے۔ (دیکھیں کتاب المراسیل لابن ابی حاتم ص ۶)

فائدہ: اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے آیا امام شافعی سعید بن میسّب کی مراسیل کو مطلقاً حجت سمجھتے تھے یا نہیں؟ کیونکہ بعض علماء کے نزدیک بیع اللحم بالحیوان کے مسئلہ میں امام شافعی نے سعید بن میسّب کی مرسل روایت کو صحابہ کرام کے فتوی کی بنا پر ترجیح دی ہے نہ کہ مطلقاً۔

(دیکھیں الکفایۃ ص ۵۷۲-۵۷۱)

امام شافعی اور مرسل تابعی کبیر:

امام صاحب کے نزدیک روایت سے کب حجت پکڑی جائے گی؟ یہ ہم ان کے حوالے سے پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں امام صاحب کے کلام سے جو یہ مروجہ حسن لغیرہ پر استدلال کیا جاتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟

امام شافعی کے نزدیک مرسل کی تقویت کی شرائط:

۱۔ یہ دیکھا جائے گا کہ حدیث میں جس نے ارسال کیا ہے، کہ کیا حفاظِ حدیث اور ثقہ راویوں نے بھی اسی معنی کی روایت بیان کی ہے رسول (ﷺ) سے، (اگر ایسا ہی ہے) تو یہ بات دلالت کرتی ہے اس کی صحت پر اور اسے قبول کرلیا جائے گا، اور اگر یہ منفرد ہے ارسال کرنے میں دیگر رواۃ اس میں شریک نہیں تو اس کی منفرد روایت کو بھی قبول کرلیا جائے گا۔ اور اس میں اس بات کا اعتبار کیا جائے گا کہ کوئی اور مرسل روایت اس کے موافق ہے یہ نہیں جس میں اس (مرسل بیان کرنے والے) نے دوسرے شخص سے علم حاصل کیا ہو (جس سے پہلے والے نے نہیں حاصل کیا) تو یہ مرسل قبول کی جائے گی۔ اور اگر یہ شرائط پائی جائیں تو یہ مرسل کی تقویت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ پہلے والے (جو شواہد ہیں مسند مرسل کے) اس کے مقابلے میں کمزور (ضعیف) ہے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو یہ دیکھا جائے گا جو بعض اصحابِ رسول (ﷺ) سے مروی ہے وہ اس مرسل کے موافق ہے تو ثابت ہو جائے گا کہ اس مرسل کی اصل صحیح ہے ان شاء اللہ۔ اور (پھر یہ بھی نہ ہو) تو اہل علم نے اگر اس مرسل کے مطابق فتوی دئے ہوں۔ (تو تب بھی یہ قابل وقبول ہوگی)

(الرسالۃ ص ۴۶۴-۴۶۳)

یہی بات علامہ نووی نے لکھی ہے: ''یحتج الشافعي بالمرسل اذا اعتضد بأحد أربعة أمور : اما حديث مسند، و اما مرسل من طريق آخر، و اما قول صحابي، و اما قول أكثر العلماء''

امام شافعی مرسل سے احتجاج کرتے ہیں اگر ان چار چیزوں میں سے کوئی ایک چیز موجود ہو:

۱: مسند حدیث موجود ہو مرسل کی تائید میں۔

۲: مرسل حدیث دوسری سند سے مروی ہو۔

۳: قول صحابی موجود ہو۔

۴: اکثر علماء نے اس روایت پر فتوی دیا ہو۔ (المجموع ۶/۲۰۶)

امام شافعی نے جہاں مسند کے علاوہ مرسل کو مرسل سے تقویت کی بات کی ہے وہاں یہ بات بھی واضح طور پر لکھ دی ہے کہ یہ پہلے والی سند سے کمزور (ضعیف) ہے، یعنی پہلے جو مسند کو مرسل کی تائید میں پیش کیا جائے تو اس کے مقابلے میں مرسل کو مرسل کی تائید میں پیش کرنا کمزور ہے۔ اس سے خود معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی اسے خود ضعیف تسلیم کرتے ہیں بلکہ یہ بلحاظ حجت نہیں بلکہ بلحاظ عمل ہے فقہاء کی طرز پر کیونکہ امام شافعی نے مرسل کو تقویت کے لئے ایک یہ بات بھی لکھی ہے: ''اگر اکثر اہل علم کا اس پر فتوی ہو'' ظاہر ہے کہ اکثر علماء کے فتوی دینے سے روایت کا ضعف دور نہیں ہو جاتا بلکہ یہ روایت ضعیف ہی رہتی ہے بلکہ امام شافعی نے خود روایت کے حجت ہونے کے لئے کہا: اس کا متصل ہونا ضروری ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ نہ جانے خبیب صاحب نے یہ قول دیکھا نہیں یا اگر دیکھا تو اس کی طرف توجہ دینا ضروری کیوں نہیں سمجھا؟ ہم انہی کے استاذ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے ذریعے سے اس بات کی وضاحت کرتے ہیں، چنانچہ اثری صاحب لکھتے ہیں: ''مگر اس رائے کے برعکس علامہ ابن صلاح رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے ''عالم کا عمل یا اس کا حدیث کے مطابق فتوی دینا اس کی طرف سے حدیث پر صحت کا حکم نہیں ہے'' (المقدمۃ ص ۱۰۰) سیدھی سی بات ہے کہ جب کسی عالم یا مجتہد کا صحیح حدیث کے خلاف قول و عمل اس کو مستلزم نہیں کہ وہ حدیث اس کے نزدیک ضعیف ہو تو اس کا عمل اس کی صحت کی دلیل کیونکر بن سکتا ہے؟ کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ اس حدیث کے علاوہ بھی کوئی خارجی دلیل اس کی مؤید ہو جیسا کہ اجماع یا قیاس اس کا مؤید ہو۔ اس بنا پر مجتہد نے اس حدیث پر عمل کیا ہو یا اس سے استدلال کیا ہو، بلکہ بعض ائمہ کرام وہ بھی ہیں جو ضعیف حدیث کو قیاس سے مقدم جانتے ہیں جیسا کہ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ نے فرمایا ہے یا بتقاضائے احتیاط اس پر عمل کیا ہو۔ (اعلاء السنن فی المیزان ۴۹)

اب اگر اصول حدیث کی رو سے علماء کے فتوے دینے سے ضعف رفع ہو جاتا ہے تو خبیب صاحب سے عرض ہے کہ شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کو اس مسئلہ میں صفحات سیاہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ یاد رہے کہ خبیب صاحب کے نزدیک امام شافعی رحمہ اللہ کے نقل کردہ مذکورہ قواعد اصول حدیث کے ہیں کیونکہ ان قواعد کو نقل کرنے کے بعد خبیب صاحب نے لکھا ہے کہ امام شافعی کی شرائط متاخرین کے نزدیک ''حسن لغیرہ'' ہے۔

(دیکھیں مقالات اثریہ ص ۷۹)

ان تمام گذارشات سے عرض یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی ان شرائط سے روایت حجت تو ان کے نزدیک بھی نہیں بنتی جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ حجت ہونے کے لئے روایت کا متصل ہونا ضروری ہے، بلکہ یہ اصول فقہ کے لحاظ سے بعض کے نزدیک معمول بہ بن جاتی ہے نہ کہ اصول حدیث کے لحاظ سے حجت جس کی تصریح مولانا ارشادالحق اثری حفظہ اللہ نے بھی کر رکھی ہے اور سابقہ حوالے میں تفصیل سے دیکھا جا سکتا ہے۔

نیز خبیب صاحب خود لکھتے ہیں: ''کتاب الرسالہ اصول فقہ پر مشتمل کتاب ہے''

(مقالات اثریہ ص۳۰۰)

ابن رجب حنبلی اس مرسل روایت کے بارے میں محدثین اور فقہاء کا اختلاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''**واعلم انه لا تنافي بين كلام الحفاظ، وكلام الفقهاء في هذا الباب، فان الحفاظ انما يريدون صحة الحديث المعين اذا كان مرسلا، وهو ليس بصحيح على طريقتهم، لانقطاعه وعدم اتصال اسناده الى النبي** ﷺ. **واما الفقهاء فمرادهم صحة ذلك المعنى الذي دل عليه الحديث، فاذا عضد ذلك المرسل قرائن تدل على ان له اصلا قوي الظن بصحة ما دل عليه، فاحتج به مع ما احتف به من القرائن. وهذا هو التحقيق في الاحتجاج بالمرسل عند الائمة كالشافعي واحمد وغيرهما**''

اور یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ اس باب میں محدثین اور فقہاء کا کلام ایک دوسرے کے منافی نہیں، کیونکہ محدثین معین حدیث کی صحت پر بحث کرتے ہیں اگر وہ مرسل ہو، تو ان کے طرز پر صحیح نہیں کیونکہ انقطاع وعدم اتصال موجود ہے حدیث رسول (ﷺ) کی اسناد میں۔ اور فقہاء کے نزدیک صحت سے مراد ان معنی میں ہے کہ حدیث (ان کے عمل پر) دلالت کرتی ہو، اگر مرسل حدیث کو قرائن حاصل ہوں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی اصل قوی ہے، اور اس کی صحت پر گمان رکھنا جو اس پر دلالت کرتا ہے، تو اس سے احتجاج کیا جاتا ہے جو قرائن کی بنا پر واضح ہو چکا ہو۔ اور یہی تحقیق ہے مرسل سے احتجاج کرنے کی ائمہ کے نزدیک جیسا کہ امام شافعی اور امام احمد وغیرھما۔ (شرح علل الترمذی ۱/۵۴۳)

تقریباً یہی بات علامہ ابن قیم نے کی ہے:

''**والمرسل اذا اتصل به عمل، وعضده قياس، أو قول صحابي، أو كان مرسله معروفًا باختيار الشيوخ ورغبته عن الرواية عن الضعفاء والمتروكين، ونحو ذلك مما يقتضي قوته عمل به**'' اور اگر مرسل کو بلحاظ عمل دیکھا جائے تو اگر وہ قیاس اور قول صحابی کی تائید کرتی ہو یا پھر مرسل معروف ہو جیسے علماء نے اختیار کیا ہو اور یہ شیوخ ضعیف اور متروکین کی روایت سے اجتناب کرتے ہوں اور اسی طرح کی شرائط اس بات کی متقاضی ہیں کہ یہ روایت قابل عمل ہے۔ (زادالمعاد ۱/۳٦۷)

بہر حال اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے جو حدیث کی بطور حجت ہونے کے لئے شرائط بیان کی ہیں تو اس کے لئے روایت کا متصل ہونا ضروری ہے۔ جہاں تک مرسل کی تقویت کی بات ہے تو وہ فقہاء کی طرز پر بلحاظ عمل ہے نہ اس کا حجت ہونا وغیرہ، نہ تو حسن لغیرہ کے قائلین حسن لغیرہ کے لئے مرسل تابعی کبیر کی شرط کو مانتے ہیں اور نہ یہ کہ اہل علم کے عمل سے یا فتوی دینے سے روایت حسن لغیرہ بن جائے، اگر ایسا ہی ہے تو خبیب صاحب بسملہ کریں اور دیکھیں کتنی روایات اس شرائط پر ''صحیح'' ہو جائیں گی اور محترم کے استاذ کا اتنی محنت سے اس اصول کا رد کرنا بے سود و بے فائدہ ہوگا۔ اس تمام بات کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اصول وضوابط اصول فقہ سے تعلق رکھتے ہیں نہ کہ اصول حدیث سے۔